اہلحدیث اتحاد کونسل کا قیام---- ایک مبارک قدم!

ہر حلقہ میں یہ خبر نہایت مسرت اور انبساط کے ساتھ سنی گئی کہ اہلحدیث کے پانچ دھڑوں میں اتحاد ہو گیا ہے۔ جسے اہلحدیث اتحاد کونسل کا نام دیا گیا اور جناب محترم میاں فضل حق صاحب کو بالاتفاق اس کا چیئرمین چن لیا گیا۔ جن دھڑوں میں اتحاد ہوا ان میں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان، متحدہ جمعیت اہلحدیث، جماعت اہلحدیث، جماعت غربا اہلحدیث اور جماعت مجاہدین شامل ہیں۔

ہم اس مبارک قدم اٹھانے پر تمام جماعتوں کے قائدین کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ خاص طور پر مرکزی جمعیت اہلحدیث کے قائدین جناب علامہ پروفیسر ساجد میر صاحب اور جناب میاں فضل حق صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جن کی کاوش اور جدوجہد سے یہ اتحاد عمل میں لایا جا سکا۔ اور امید کرتے ہیں کہ اس اتحاد سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے گا ویسے ہم نے اپنے قبل ازیں ایک اداریئے میں یہ عرض کیا تھا کہ اہلحدیث مکتبہ فکر کی حامل تمام جماعتوں کو جو وارثان انبیاء ہونے کا دعوی کرتی ہیں اور کتاب و سنت پر صحیح کاربند ہونے اور دعوت حق کی علمبردار ہیں انہیں یہ اختلافات زیب نہیں دیتے سب سے پہلے ہم انہیں دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ اپنی ذاتی انا اور پسند ناپسند کو چھوڑ کر متفق و متحد ہو جائیں اور دین کی سربلندی اور کتاب و سنت کی بالادستی کیلئے اپنے تمام اختلافات کو ختم کر دیں۔

اب اگرچہ بعض حالات نے قائدین کو اتحاد پر مجبور کر دیا ہے اگر یہ پہلے سے

وجود میں آ جاتا تو اس سے بہت مفید اثرات مرتب ہوتے اور کسی کو یہ کہنے کی جرات بھی نہ ہوتی کہ اب محض انتخابات میں اپنا حصہ وصول کرنے اور اپنا سیاسی قد بڑھانے کیلئے یہ اتحاد عمل میں آیا ہے۔ لیکن اب ہم قائدین سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ "اہلحدیث اتحاد کونسل" کے دائرہ عمل کو صرف انتخابات تک محدود نہیں کریں گے۔ بلکہ اس کی غرض و غایت کو وسعت دیں گے اور اس اتحاد کے ذریعے دیگر اہم مسائل میں بھی اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ فرمائیں گے۔ تاکہ وقت کے ساتھ ساتھ ان میں قرب پیدا ہو۔ اور جو بعد اب تک ان میں پایا جاتا ہے۔ وہ بتدریج کم ہو۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے قائدین خود ساختہ دائروں اور ذاتی شناختوں کو ختم کر کے مستقل ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ تاکہ یہ عظیم قوت ہر میدان میں عملی مظاہرہ کر سکے اور اپنے بھرپور کردار سے کتاب و سنت کی بالادستی کو قائم کر سکے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

دینی جماعتیں۔۔۔ کھلی آنکھوں سے دیکھیں!

گذشتہ کئی ماہ سے جاری مصنوعی بحران آخرکار انتخابات کو ہم پر مسلط کر کے رخصت ہو گیا ہے۔ یہ انتخابات "جس کا نہ تو قوم کی طرف سے مطالبہ تھا اور نہ ہی فی الوقت اس کی ضرورت تھی"۔ اب ایک نئے بحران کا پیش خیمہ ثابت ہو گا۔ فوری طور پر شاید ہم آنے والے بحران کا صحیح اندازہ نہ کر سکیں۔ لیکن جوں جوں وقت گزرے گا سب کچھ عیاں ہوتا چلا جائے گا۔ کیا یہ بحران کم ہے کہ اس وقت تمام دینی جماعتیں باہم دست و گریبان ہیں اور ایک منشور ایک نعرہ ایک نصب

العین ایک منزل ایک مقصد رکھنے کے باوجود ایک پلیٹ فارم پر جمع نہ ہو سکیں۔ اور مستقبل قریب میں اس کے کوئی آثار بھی دکھائی نہیں دیتے ہیں بلکہ ان میں بعض جماعتیں پیپلز پارٹی سے نہ صرف تعاون کی خواہش مند ہیں بلکہ انتخابی اتحاد بھی کر چکیں ہیں۔ اور بعض اس کوشش میں ہیں کہ جلد از جلد پارٹی سے ایڈجسٹمنٹ ہو سکے۔ کیا یہ کسی بحران سے کم ہے کہ خود دینی جماعتیں ہم خیال جماعتوں سے اتحاد کی بجائے ایسے لوگوں سے مذاکرات کریں جن کے نزدیک دین محض ذاتی مسئلہ ہے جن کے نزدیک اسلام ایک فرسودہ نظام ہے۔ اس کی حدود سزائیں وحشیانہ ہیں جن کے بیانات سے یہ بو آرہی ہے کہ وہ جب بھی برسر اقتدار آئیں گے تو سب سے پہلے اسلام پسند قوتوں کو کچلیں گے۔ ان کے نزدیک بنیاد پرست ایک گالی اور رجعت پسند ایک طعنہ ہے۔

بد قسمتی سے پاکستان میں شروع ہی سے اسلام کو ایک سیاسی نعرہ کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا۔ اور غیر دینی جماعتیں تو محض لوگوں کو بہکانے کے لئے اس کا استعمال کرتی تھیں۔ لیکن مقام افسوس تو دینی اور اسلامی جماعتوں پر ہے جو دعویٰ تو یہ کرتی رہیں کہ ہم کتاب و سنت کو سپریم لا بنوائیں گے۔ لیکن وقت آنے پر کبھی بھی ایک کلمہ اس کے حق میں ادا نہ کیا۔ حالانکہ یہ بات سب دینی قوتوں کے منشور میں شامل ہے لیکن کبھی بھی متحد و متفق اور ہم آواز ہو کر انہوں نے اس کا پرزور مطالبہ نہ کیا اور اب پوری قوم اس بات کا مشاہدہ کر رہی ہے اور ایک ایک بات کو نوٹ کر رہی ہے۔ کہ ملک تو خطرناک بحران میں گرا ہوا ہے۔ لادینی قوتیں، اسلام اور پاکستان دشمن لابیاں پوری، جانفشانی کے ساتھ اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل میں کوشاں ہیں۔ اور ان کی پوری کوشش ہے کہ سیکولرازم کے

حامی اور پاکستان کے دشمن فوراً ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی پوری توجہ اس بات پر ہے کہ محب وطن اسلام پسند اور دینی جماعتوں میں قطعاً اتحاد نہ ہو سکے۔ اپنے اس مقصد کی تکمیل میں وہ دینی قائدین ہی کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ اور یہ قائدین جو دراصل غیر شعوری طور پر ان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ آئے دن اپنوں ہی کے خلاف بیان داغ رہے ہیں۔ پوری قوم کھلی آنکھوں سے یہ دیکھ رہی ہے کہ اتحاد و اتفاق کا درس دینے والے ایثار و قربانی کا سبق پڑھانے والے اسلام کی حقانیت کا دعویٰ کرنے والے۔ نفاذ اسلام کی نوید سنانے والے آج باہم دست و گریباں ہیں۔ اور کوئی کسی دوسرے کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔ بد قسمتی سے پہلے ہی یہاں ملکوں کی بنیاد پر جماعتیں تقسیم ہیں۔ بلکہ ان میں بھی گروہ در گروہ ہیں۔ اب ایک ایک دو دو نے مل کر اگر کوئی اتحاد بنا لیا ہے تو وہ اپنے آپ کو ناقابل تسخیر سمجھتے ہیں۔ اور اکیلے ہی میدان مارنے اور دوسروں کو نیچا دکھانے کی ناکام کوششیں کر رہے ہیں۔ قوم مذبذب ہے۔ اور سوال کرتی ہے کہ آخر ان قائدین کو کیا ہو گیا۔ یہ کن کے آلہ کار بن گئے ہیں۔ یہ کس بحران کو دعوت دے رہے ہیں۔ یہ کس کے لئے گڑھا کھود رہے ہیں۔ یہ کس کا راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ قوم اب سمجھنے لگی ہے کہ ان کے اس طرز عمل سے دشمن کا کام بہت آسان ہو گیا۔ دینی جماعتوں کے قائدین لادینی قوتوں کی خواہشات کی تکمیل میں ممدومعاون ثابت ہو رہے ہیں قوم کی آنکھیں اب کھل چکی ہیں۔ وہ آنے والے بحران کو آسانی سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ دینی جماعتوں کی اس نااتفاقی کو کسی عذاب سے کم نہیں سمجھتے۔ کاش کہ دینی جماعتوں کے قائدین بھی اپنی آنکھیں کھول کر دیکھیں اور قوم کی امنگوں کا

پاکستانی سیاست میں دینی جماعتوں کا کردار

برصغیر کی آزادی کیلئے بہت سی تحریکیں چلائی گئیں۔ جن کا مقصد وحید صرف یہ تھا کہ جلد از جلد ہندوستان سے انگریزوں کو نکال دیا جائے۔ یہ تحریکیں بلا امتیاز رنگ و نسل اور مذہب کے چلائی گئیں۔ ان میں تاجر، سیاست دان، وکلاء اور علماء کرام شریک ہوئے اور اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ خاص کر کانگرس کے پلیٹ فارم پر تو بڑے جلیل القدر علماء نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف اپنی خطابت بلکہ اپنے اثرورسوخ کو بھی استعمال کیا اور اس تحریک کیلئے ہر ممکن تعاون کیا۔ تحریک آزادی ہند میں جب دو قومی نظریے کا اضافہ ہوا۔ اور مسلم لیگ کا وجود عمل میں آیا اور مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ ریاست کا مطالبہ کیا گیا تو بہت سے علماء کرام کانگرس سے نکل کر مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور قیام پاکستان تک اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

پاکستان وجود میں آیا تو مسلم لیگ ہی ایک مضبوط اور منظم سیاسی جماعت تھی۔ جناب محمد علی جناح پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے اور حکومت کی زمام کار سنبھالی۔ ان کی زندگی تک تو حالات بہت پرسکون رہے۔ مگر ان کے انتقال کے فوراً بعد کئی سیاسی بحران پیدا کئے گئے۔ جناب لیاقت علی خاں مرحوم کا قتل بھی اس بحران کی ایک کڑی تھی۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی دینی جماعتوں کا قیام بھی شروع ہوا۔ بنیادی طور پر یہ دینی جماعتیں مسلکوں کی بنیاد پر قائم ہوئیں۔ اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی اور شیعہ مکاتب فکر کی یہ جماعتیں اپنے اپنے مسلک کی

ترویج کیلئے سرگرم عمل ہوگئیں اور ان جماعتوں نے دعوتی کاموں کے ساتھ ساتھ بے شمار تعلیمی اور اصلاحی ادارے قائم کئے اور لوگوں کی دینی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے مایہ ناز علماء نامور خطباء معروف مفتیان عظام اور شیوخ الحدیث فراہم کئے۔ جو اپنے اپنے مسلک کی تبلیغ اور اشاعت میں مصروف ہوئے۔ یقیناً ان علماء کرام نے اپنے علم و فضل سے ہر شعبہ زندگی میں اپنا حلقہ پیدا کیا۔ لوگ اُن کا بے حد احترام کرنے لگے ان کی باتوں کو بغور سننے لگے۔ انہیں اپنا قائد رہبر اور پیشوا سمجھنے لگے۔ علماء حق نے بھی پوری دیانتداری سے اپنا فریضہ سرانجام دیا اور دین کی سربلندی اور اس کی ترویج و اشاعت کیلئے ہر قربانی پیش کی۔ ان کی یہ کاوشیں قابل قدر اور خراج تحسین کی مستحق ہیں۔

لیکن پاکستان کے وجود میں آتے ہی دینی معاملات اور اس کی اشاعت و تبلیغ کیلئے حکومت نے نہ صرف عدم دلچسپی کا اظہار کیا بلکہ سرے سے کوئی منصوبہ بندی بھی نہ کی اور نہ ہی کوئی ایسا محکمہ قائم کیا جو اس خلا کو پُر کرتا۔ اور لوگوں کی دینی ضروریات کو پورا کرتا۔ میدان خالی دیکھ کر تمام مسلکوں کے قائدین نے یہ فریضہ ازخود سرانجام دینے کا عزم کیا اور اپنی سوچ اور بساط کے مطابق کام شروع کیا۔ جس کی منصوبہ بندی بھی خود کی اور اس کے لئے طویل المیعاد یا مختصر المیعاد منصوبے بھی خود ہی ترتیب دیئے جب ہر مسلک نے اپنے وسائل اور ضرورتوں کو سامنے رکھ کر منصوبے مرتب کئے تو ظاہر ہے اس میں اپنے مسلک کو اہمیت دی گئی اور دین اسلام کے اس وسیع اور عالمگیر پیغام کو محدود کر کے رکھ دیا۔ جو جماعت بھی وجود میں آئی اس میں شامل افراد صرف اسی مسلک سے تعلق رکھتے تھے

جس کی وجہ سے مختلف فکری نظریات وجود میں آئے۔ اگر تعلیمی ادارے قائم ہوئے تو ان میں بھی ایسے ہی علماء کرام فارغ التحصیل ہونے لگے جن پر خاص مسلک کی چھاپ تھی اور مسلکی تعصب ان میں اتنا زیادہ ہوا کہ وہ کسی دوسرے کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کو بھی مسلکوں کی بنیاد پر تقسیم کر دیا گیا اور ان میں کسی مسئلے پر وحدت قائم نہ رہی۔ عقیدہ توحید سے لیکر عبادات تک تجارت سے لیکر معاملات تک بد ترین اختلافات پیدا ہوئے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی قومی مسئلہ بھی پیدا ہوا تو ان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا جوئے شیر کو لانے کے مترادف تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ان مختلف مسلکوں کے قائدین نے اگر کسی مسئلہ پر اتحاد کر لیا تو وہ کام نہ صرف بہت جلد پایہ تکمیل کو پہنچا بلکہ اس کے بہت دور رس اور مفید اثرات سامنے آئے۔ ختم نبوت کی تحریک ہو یا بھٹو کے خلاف چلنے والی تحریک اس میں سب سے بڑا کمال علماء کرام کے اتحاد کا تھا۔ لیکن بد قسمتی سے یہ اتحاد دیرپا ثابت نہ ہوئے۔ اور محدود وقت اور مسئلے کے بعد ختم ہو جاتے رہے۔ جس کی وجہ سے اسلام دشمن اور وطن کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو موقعہ ملتا کہ وہ ان کے اختلاف سے فائدہ اٹھاتے اور اسلام کے خلاف اپنا کام تیز کر دیتے ہیں اور اب تو یہ راز ان کے ہاتھ آچکا ہے کہ اگر اسلام کو کمزور کرنا ہے تو ان علماء کرام میں کبھی بھی اتحاد نہ ہونے دو ان کی لڑائی اور اختلاف کو خوب ہوا دو اور بھرپور فائدہ اٹھاؤ۔

اور اب تو حالت یہ ہے کہ تمام مسالک کے قائدین اپنی اپنی بولیاں بول رہے ہیں اور انہی کے مسلک کے لوگ ان کے گرد جمع ہیں۔ اگر کسی قومی معاملہ پر

اتحاد کی ضرورت محسوس کی جائے اور کوئی بھی دینی جماعت اس کی دعوت دے لوگ اپنے مسلک کے قائدین کی طرف دیکھتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں کہ ان کا اس بارے میں کیا طرز عمل ہے۔ خواہ وہ کام سراسر اس کے مفاد میں کیوں نہ ہو؟ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی مخالف مسلک کی دعوت پر یہ کام کر لیا تو شاید میں دائرہ اسلام سے خارج نہ ہو جاؤں۔ ان خود ساختہ دائروں نے قوم کی سوچ کو بھی محدود کر دیا۔ اگر یہی قومی مسئلہ کوئی سیاسی جماعت کے پلیٹ فارم سے اٹھایا جاتا ہے۔ تو پوری قوم اس کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئی لبیک کہتی ہے اور بلاامتیاز مسلک اس کام میں شریک ہوتی ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہی ہے کہ سیاسی جماعتیں مسلکوں کی بنیاد پر وجود میں نہیں آئی ہوتیں۔ ان میں وسعت ہوتی ہے تمام مسلکوں کے لوگوں کو قبول کرنے اور قومی سطح پر کردار ادا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اپنے اکثر مسائل کے حل کیلئے کسی نہ کسی سیاسی جماعت سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ خاص سیاسی کردار ادا کرنے کیلئے وہ دینی جماعتوں سے سیاسی جماعتوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور ایسی جماعت کو اولیت دیتے ہیں جو دین اور مسلک کی بنیاد پر وجود میں نہ آئی ہو۔ تاکہ وہ بلاامتیاز تمام لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کر سکیں اور انتخابات کے ذریعے ایوان اقتدار تک پہنچ سکیں۔

دینی جماعتوں کے قائدین نے جب محسوس کیا کہ اب ہمارا بھی ایک حلقہ بننا چاہیئے کیونکہ لوگ ہماری بات سنتے ہیں بہت احترام کرتے ہیں۔ بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں۔ خوب نعرہ بازی ہوتی ہے تو انہوں نے سیاست کو بھی موضوع

سخن بنایا۔ اور قومی مسائل پر اپنا موقف بیان کیا لیکن لوگوں نے خاص اہمیت نہ دی اور ابھی تک لوگوں نے سیاست میں علماء کے حق کو تسلیم نہیں کیا۔ لاکھوں کے مجمع کو خطاب کرنے والے جب بھی الیکشن میں حصہ لیتے ہیں تو ان کی ضمانتیں ضبط ہو جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے خود پہلے سے لوگوں کو مسلک کی بنیاد پر تقسیم کیا اور اب کیسے ممکن ہے کہ وہ اس تقسیم کو ختم کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تک پوری کوشش کے باوجود دینی جماعتیں سیاست میں کوئی کردار ادا نہ کرسکیں۔ اور جب بھی انہوں نے انفرادی طور پر انتخابات میں حصہ لیا سخت ناکامی ہوئی۔ ہاں اگر ان دینی جماعتوں نے اتحاد کیا اور مسلکی امتیاز کو ختم کیا یا کسی بھی سیاسی جماعت سے اتحاد کر کے دینی مسلکی نام کی بجائے کوئی مشترکہ نام سے کام کیا تو کامیابی ہمیشہ ان کا مقدر بنی۔ اور یہ بات کئی بار آزمائی جا چکی ہے اب جب کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دینی جماعتیں انفرادی طور پر سیاست میں کوئی کردار ادا نہیں کرسکتی۔ تو نہ جانے ان کے قائدین یہ کیوں نہیں سوچتے کہ قومی سطح پر اپنا کردار ادا کرنے کے لئے وسیع تر مفاد کی خاطر وسیع بنیاد پر اتحاد کرلیں۔ اور کم از کم سیاست میں ان کی سوچ فکر ایک ہو۔ تاکہ کوئی حکومت بنانے میں کامیاب ہوسکیں۔ جو وطن عزیز کے معرض وجود میں آنے کے مقاصد کی تکمیل کرسکیں۔ اگر ایسا وسیع اتحاد قائم ہو جاتا ہے تو ممکن ہے کہ دینی جماعتیں بھی اپنے آپ کو منوا سکیں اور پاکستانی سیاست میں کوئی قابل قدر کردار ادا کرسکیں۔ لیکن اگر ہر جماعت نے تنہا پرواز کا پروگرام بنایا ہے (جیسا کہ اس وقت ہے) تو دینی جماعتوں کا سیاست میں کردار جگ ہنسائی کے سوا کچھ نہیں۔ اور اب

تو ستم یہ ہے کہ پاکستان میں چار معروف مسلک تو تھے ہی! لیکن اب مسلک میں گروہ در گروہ پیدا ہو چکے ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کی آواز اور قوت اور بھی کمزور ہو گئی ہے۔ ایسی صورت میں کسی بھی قومی یا بین الاقوامی مسئلہ پر یہ کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وہ کیسے لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دن بدن لوگ دین سے دور ہو رہے ہیں۔ اور اپنی وابستگی کسی دینی جماعت کی بجائے سیاسی جماعتوں سے کرنے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ سیاسی جماعت سیکولر ہی کیوں نہ ہو۔ ان کے پلیٹ فارم سے وہ انتخاب میں حصہ لینے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ دینی جماعتیں مسلک کی وجہ سے اسے محدود کر دیتی ہیں اور صرف وہ لوگ اس کی پذیرائی کریں گے جو اس مسلک کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں۔

ہمارے خیال میں جو جماعت دینی اور مسلکی بنیاد پر وجود میں آتی ہے پاکستانی سیاست میں اس کا کوئی کردار نہیں۔ خواہ وہ کتنی منظم کیوں نہ ہو۔ جماعت اسلامی کو لیجئے اگرچہ وہ مسلک کے دائرہ کو تسلیم نہیں کرتے لیکن پھر بھی ایک طبقہ انہیں صرف اس لئے ووٹ نہیں دیتا کہ وہ انہیں بھی ایک مسلک سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب قاضی حسین احمد صاحب نے جماعت اسلامی کو عوامی جماعت تسلیم کروانے کیلئے اسلامی فرنٹ سے متعارف کروایا ہے۔ اور اس کا انداز بھی وہی اختیار کیا ہے جو سیاسی جماعتوں کا مزاج ہے۔ اس بات کی مزید وضاحت کیلئے آپ پروفیسر طاہر القادری کی مثال لے سکتے ہیں۔ یہ بھی بریلوی مکتبہ فکر کی ایک جماعت ہے اور خود پروفیسر صاحب بھی دینی قائد تصور کئے جاتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے جب سیاست میں قدم رنجہ فرمایا تو اپنی سیاسی جماعت کو مسلک

کے دائرہ سے نکالنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس کا نام پاکستان عوامی تحریک رکھا۔ اس جماعت کے نام میں بھی اسلام شامل نہیں تاکہ لوگوں کو باور کرایا جائے کہ یہ کوئی دینی یا مسلکی جماعت نہیں بلکہ ہمہ گیر جماعت ہے۔ لیکن لوگوں نے اسے بھی مسترد کردیا۔ کیونکہ اس کے چیئرمین ایک عرصہ تک تو اپنے مسلک کے پرچار اور خالص بریلویت کی دعوت لوگوں کو دیتے رہے۔ اب اگر چہرہ تبدیل کر کے آ گئے ہیں تو لوگ اس کے کردار سے تو آشنا ہیں۔ وہ اسے کیونکر قبول کریں گے۔

اور یہ بات ریکارڈ پر ہے اور ہمارے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ جب بھی دینی جماعتوں نے وسیع تر اتحاد کیا۔ یا کسی بھی سیاسی جماعت کے ساتھ اتحاد کر کے میدان عمل میں آئے تو نتیجہ سو فیصد ان کے حق میں رہا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک لیجئے جس میں تمام دینی جماعتیں "قومی اتحاد" میں شامل تھیں۔ ان کے اس اتحاد نے قوم کو کس طرح متحد کر دیا کہ ایک ظالم اور جابر حکمران بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ اور اسی طرح اسلامی جمہوری اتحاد کے نام سے جب ان جماعتوں نے اتحاد کیا تو بھی کامیابی ان کا مقدر بنی۔ لیکن جب بھی ان جماعتوں نے اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔ تو ناکامی اور نامرادی ان کے حصے میں آئی۔ موجودہ حالات میں دیکھ لیجئے جب کہ مولانا فضل الرحمان اور مولانا شاہ احمد نورانی نے اسلامی جمہوری محاذ بنایا ہے اور دیگر دینی جماعتوں سے حتمی اتحاد نہ کر سکے اور یہ دعوی کرتے رہے کہ ہم اس اتحاد کے ذریعے انتخاب میں بھرپور حصہ لیں گے۔ لیکن چند دن بعد ہی صوبہ سرحد میں یہ مسلم لیگ چٹھہ گروپ اور پیپلز پارٹی سے اتحاد کرنے پر مجبور ہوئے۔ کیونکہ یہ بات وہ خود بھی سمجھتے ہیں کہ اتحاد کے بغیر کبھی بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے خواہ یہ اتحاد

دینی جماعتوں سے ہو یا سیکولر سیاسی جماعتوں سے اور ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے ہمیشہ سیکولر جماعتوں کو دینی جماعتوں پر فوقیت دی۔

اب اسلامی فرنٹ کو لیجئے وہ بھی تنہا پرواز کر رہی ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلے گا یہ بھی قاضی حسین احمد صاحب کو معلوم ہے کیونکہ جماعت اسلامی یا دیگر دینی جماعتیں کبھی بھی اپنے اصلی نام سے عوام کا سامنا نہیں کر سکتیں اور نہ ہی اصل نام سے انہیں کوئی ووٹ دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ جماعتیں مختلف ناموں سے ہی عوام کے سامنے آتی ہیں۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے اور تمام قائدین یہ بات بخوبی جانتے ہیں۔ اب بھی جماعت اسلامی "اسلامی فرنٹ" جمعیت علماء الاسلام اور جمعیت علماء پاکستان فضل الرحمان اور نورانی گروپ "اسلامی جمہوری محاذ" مولانا سمیع الحق اور سپاہ صحابہ کے علاوہ کچھ دینی جماعتیں "متحدہ دینی محاذ" کے نام سے الیکشن میں حصہ لے رہی ہیں۔

آخر میں ہماری تمام دینی اور اسلامی جماعتوں سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ اپنے رویوں پر نظرثانی کریں اور انفرادی سیاست کا کھیل ختم کریں۔ اور اگر وہ پاکستان کی تاریخ میں واقعی کوئی سیاسی کردار ادا کرنا چاہتے ہیں تو مل بیٹھ کر ایک مشترکہ پلیٹ فارم ترتیب دینا چاہیئے جو صرف انتخابات تک محدود نہ ہو۔ بلکہ تمام قومی اور بین الاقوامی مسائل کیلئے اسے استعمال کیا جائے۔ انہیں قومی وحدت یکجہتی اور تعصب سے بالاتر ہو کر خدمت کے جذبے کے تحت میدان عمل میں آنا ہو گا۔ اور اپنے خود ساختہ دائروں سے نکل کر قومی سطح پر آنا ہو گا۔ تب کامیابی ان کا مقدر بن سکتی ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر انہیں یہ سیاسی کھیل ختم کر دینا چاہیئے